سبز عمامہ کی برکتوں سے کذّاب جل اٹھے







مولانا عبدالرزاق

شعبہ تحقیق و تصنیف

جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

سبز عمامہ شریف کی برکتوں سے کذاب جل اُٹھے

الاستفتاء

عرضِ حال یہ ہے کہ (مشکوٰۃ شریف صفحہ نمبر ۴۷۷ باب العلامات بین یدی الساعۃ وذکر الدجال فصل ثانی) میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیثِ مبارکہ کا ترجمہ اور اِس پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے کلمہ ''السیجان'' بمعنی الطیلسان الاخضر کے کلمات سے ہناہ مزعومہ مطلب نکالتے ہوئے سبز رنگ کی ٹوپی یا عمامہ پہننے والے کو خاکم بدہن گروہ دجال سے شمار کر کے عامۃ المسلمین کو دھوکا دیتے ہوئے عمامہ شریف کی پیاری سنت کو ترک کرنے پر برانگیختہ کرتے ہیں۔

جنابِ والا گذارش ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں اور تفسیر ولغت کی رو سے وضاحت فرمائی جائے کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے کون لوگ مراد ہیں؟ اور سبز رنگ کے لباس یا عمامہ شریف برنگ سبز کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور عمامہ شریف کے حوالے سے جو فضائلِ کتب اسلاف میں مذکور ہیں اِن سے آگاہی فرمائی جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اجمالی جواب

☆ ''جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ'' حدیث کی نسبت غلط طور پر نبی کریم ﷺ کی طرف کرنا' اپنا ٹھکانا جہنم میں بنانا ہے۔

☆ ''دجال کی پیروی کرنے والے سبز عمامہ والے ہوں گے'' حدیث مبارکہ کا یہ معنیٰ کر کے' جان بوجھ کر جھوٹ بولا گیا ہے یا اپنی جہالت وحماقت کا اظہار کیا گیا ہے۔

☆ جس لباس سے نبی کریم ﷺ نے منع نہیں فرمایا اور اِس میں حرمت اور کراہت کی کوئی وجہ نہیں پائی گئی اِسے حرام کہنا جرمِ عظیم ہے۔

☆ نبی کریم ﷺ کو سفید لباس کے بعد سبز رنگ کا لباس پسند تھا۔

تفصیلی جواب

ربِ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو۔

"وفی الآیۃ...... ما لایخفی من مدح الصدق واستدل بها کما قال الجلال السیوطی من لم یبح الکذب فی موضع من المواضع لاتصریحا والاتعریضا". (روح المعانی)

آیت کریمہ سے واضح ہوگیا کہ سچ قابلِ مدح چیز ہے کیونکہ اِس آیت میں سچ کی مدح بیان کی گئی ہے جو مخفی نہیں۔ اسی سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ جھوٹ کسی حال میں بھی جائز نہیں خواہ ظاہر طور پر ہو یا اشارہ سے ہو مظہری نے "لاجـــد ولاهزلا" تحریر فرمایا ہے کہ جھوٹ ارادہ سے بھی منع ہے اور مزاح سے بھی۔

"والـظـاهـر عـمـوم الـخـطـاب ویـنـدرج فیـه الـتـائبـون انـدراجـا" (روح الـمـعـانـی)

ظاہر یہی ہے کہ یہ خطاب عام ہے کہ تم ہر سچے شخص کے ساتھ ہو۔
البتہ جن تین صحابہ کرام کے سچ کا ذکر ہو رہا ہے۔ اِن کے ساتھ ہونا مقصودی اور اوّل حیثیت میں ہے اِس کے بعد حکم عام ہے' ہر سچ بولنے والے کے ساتھ ہو جانے کا حکم ہے۔ جھوٹوں سے بچ کر رہنا ضروری ہے۔
"الآیة دالة علی فضل الصدق و کمال درجته کما روی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال علیکم بالصدق فانه یقرب الی البر والبر یقرب الی الجنة وان العبد لیصدق فیکتب عند الله صدیقا وایاکم والکذب فان الکذب یقرب الی الفجور والفجور یقرب الی النار وان الرجل لیکذب حتی یکتب عند الله کذابا الا تری انه یقال صدقت وبررت وکذبت وفجرت".
(کبیر ج ۱۶ ص ۲۲۲)
آیت کریمہ سچائی کی فضلیت اور اِس کے کامل درجہ پر دلالت کر رہی ہے جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم پر لازم ہے کہ سچ بولو کیونکہ سچ انسان کو نیکی کے قریب کرتا ہے اور نیکی جنت کے قریب کرتی ہے اور بیشک بندہ سچ بولنے کی وجہ سے اللہ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے اور تم جھوٹ سے دور رہو کیونکہ یقینی بات ہے کہ جھوٹ انسان کو گناہوں کے قریب کرتا ہے اور گناہ آگ کے قریب کرتے ہیں اور انسان جب جھوٹ بولتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں کذاب لکھا جاتا ہے کیا تم دیکھتے نہیں کہ کہا جاتا ہے کہ تم نے سچ بولا اور نیکی کا کام کیا تم نے جھوٹ بولا اور گناہ کا کام کیا۔
خیال رہے کہ یہ حدیث جو کبیر سے نقل کی ہے یہی حدیث کچھ مختلف الفاظ سے بخاری اور مسلم میں بھی موجود ہے جو مشکوٰۃ باب حفظ اللسان میں ہے وہ الفاظ مبارکہ اس طرح ہیں:
"عن عبدالله بن مسعود قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بالصدق فان الصدق یهدی الی البروان البر یهدی الی الجنة وما یزال الرجل یصدق ویتحری الصدق حتی یکتب عند الله صدیقا وایاکم والکذب فان الکذب یهدی الی الفجور وان الفجور یهدی الی النار وما یزال الرجل یکذب ویتحری الکذب حتی یکتب عند الله کذابا" (متفق علیه)
اِس حدیث پاک کا ترجمہ تقریباً وہی ہے جو اِس سے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔
"عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اذا کذب العبد تباعد عنه الملک میلا من نتن ماجاء به".
(ترمذی' مشکوٰۃ باب حفظ اللسان)
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اِس کے جھوٹ کی وجہ سے اِس سے مردار کی طرح جو بو آتی ہے اِس سے فرشتے دور بھاگ جاتے ہیں۔
مسئلہ کی وضاحت کے لئے یہ مختصر الفاظ سچائی کی فضیلت اور جھوٹ کی مذمت میں بیان کیا گیا ہے تا کہ مسئلہ آسانی سے سمجھ آ سکے۔

حدیثِ نبوی میں کذب بیانی کی مذمت

"عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اتقوا الحدیث عنی الاما علمتم فمن کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار". (ترمذی، مشکوٰۃ باب العلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ سے حدیث بیان کرنے میں اجتناب کرو سوائے اِس کے کہ تمہیں یقینی علم حاصل ہو (کہ ہاں واقعی وہ میری حدیث ہے) جس آدمی نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ کو منسوب کیا اِسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

خیال رہے "فمن کذب" سے شروع ہوکر آخر تک حدیث ابن ماجہ میں بھی حضرتِ ابن مسعود اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما کی روایت سے مذکور ہے۔

وضاحتِ حدیث

"فلیتبوأ: یقال تبوأ الدار اذا اتخذھا مسکنا وھو امر معناہ الخبر یعنی فان اللہ یبوئہ".

"تبوأ الدار" کا معنی ہے اِس نے فلاں گھر کو اپنا مسکن بنایا۔

اگرچہ "فلیتبوأ" صیغہ تو امر کا ہے لیکن معنی خبر والا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اِس کا ٹھکانا جہنم میں بنائے گا۔

البتہ امر کا صیغہ تحکم کے طور پر ہے تقریباً با محاورہ کلام ہے اِسے ذلیل کرنے کے لئے یہ انداز اختیار کیا گیا ہے کہ میری طرف جھوٹ کو منسوب کرنے والے! خود ہی اپنا ٹھکانا جہنم بنالے اور تیرا کوئی راستہ ہی نہیں۔

جھوٹی حدیث بیان کرنا گناہ کبیرہ بلکہ کفر ہے

"کان ذلک کبیرۃ بل قال الشیخ ابومحمد الجونی انہ کفر یعنی لانہ یترتب علیہ الاستخفاف بالشریعۃ" جھوٹی حدیث بیان کرنا گناہ کبیرہ ہے بلکہ شیخ ابومحمد جوینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان فرمایا کہ جھوٹی حدیث بیان کرنا کفر ہے۔ اِس لئے کہ اِس میں شریعت کی توہین ہے اور اِسے گھٹیا سمجھنا لازم آتا ہے۔

حدیث کا مطلب بدلنا شدید گناہ ہے

"ویؤخذ من الحدیث ان من قرأ حدیثہ وھو یعلم انہ یلحن فیہ سواء کان فی ادائہ اواعرابہ یدخل فی ھذا الوعید الشدید لانہ یلحنہ کاذب علیہ"

حدیث پاک سے یہ بھی واضح ہورہا ہے کہ جس شخص نے حدیث پاک کو ایسی سُر اور ایسے لہجہ سے پڑھا جس سے حدیث پاک کا معنی بدل گیا یہ انداز اِس نے جانتے ہوئے اختیار کیا کہ حدیث کا مطلب بدل رہا ہے اِسی طرح اِس نے جان بوجھ کر حدیث کی حرکات (زبر، زیر، پیش) کو بدلا جس سے حدیث کا مطلب بدل گیا تو وہ اِسی وعید شدید میں داخل ہے کہ اِس نے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالیا۔

جھوٹی حدیث بیان کرنے سے اجتناب واجب ہے

"قال الطیبی فیه إیجاب التحرز عن الکذب علی رسول اللهﷺ".

علامہ طیبی رحمۃ نے بیان فرمایا کہ اِنسان کے لئے واجب ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنے سے اجتناب کرے۔

جھوٹی حدیث نقل کرنا بھی جہنم میں جانے کا سبب ہے

"وفیه اشارة الی من نقل حدیثا وعلم کذبه یکون مستحقا للنار الا ان یتوب".

(ازمرقاۃ ج ا ص ۲۶۵)

اِس حدیث سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ اگر کوئی شخص کسی حدیث کے متعلق جانتا ہو کہ یہ جھوٹی ہے پھر وہ کسی سے روایت کرے تو اِس کا روایت نقل کرنا بھی جہنم میں جانے کا ذریعہ ہے ہاں البتہ توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا۔
واضح ہوا کہ جھوٹی حدیث گھڑنا اور پیش کرنا' جان بوجھ کر جھوٹی حدیث نقل کرنا' جان بوجھ کر حدیث کے مطلب کو پڑھنے کے انداز سے بدلنا' جان بوجھ کر حدیث کی حرکات کو بدل کر حدیث کے مفہوم کو بدلنا' اپنے آپ کو جہنم کا مستحق بنانا ہے۔ اِس سے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہونا لازم آتا ہے۔ بلکہ شریعت سے مزاح اور شریعت کو گھٹیا سمجھنے کی وجہ سے کفر لازم آتا ہے۔ مومن کو اپنا ایمان بچانے کے لئے اِس سے بچنا ضروری ہے۔
اسی سے واضح ہوگیا کہ جان بوجھ کر احادیث کے معانی غلط مراد لینا بھی اپنے آپ کو جہنم کا حقدار بنانا ہے۔ بے دین لوگ پہلے ہی قرآنِ پاک اور احادیث کے مطالب اپنی مرضی کے بیان کرکے دین اسلام کا حلیہ بگاڑ رہے ہیں۔ اگر علماء نے بھی ضد' حسد' عناد کی وجہ سے قرآن وحدیث کے معانی بدلنے شروع کردیئے تو بے دینوں کو کیسے سمجھایا جائے گا؟

شریعت نے جس کام سے منع نہیں کیا وہ جائز ہے

حضرتِ سلمان ص سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ سے گھی' پنیر' حمار وحشی یا چمڑے کے لباس وغیرہ (کی حلت وحرمت) کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "الحلال ما احل الله فی کتابه والحرام ما حرم الله فی کتابه وما سکت عنه فهو مما عفی عنه".

(ابن ماجہ' ترمذی' مشکوۃ کتاب الاطعمہ ص ۳۶۷)

جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کیا ہے وہ حلال ہے اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام کیا ہے وہ حرام ہے اور جس سے سکوت کیا گیا وہ معاف ہے۔

تنبیه: خیال رہے کہ کتاب اللہ (قرآنِ مجید) میں یہ بھی ذکر ہے:

ما آتکم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا

جو چیز تمہیں رسول اللہ عطا کریں وہ لے لو اور جس چیز سے آپ روکیں اِس سے رک جاؤ۔

اِس آیت کے عموم الفاظ کو دیکھ کر حضرتِ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے اِس ارشاد "لعن الله الواشمة

والمستوشمة" (اللہ تعالیٰ نے رنگ بھرنے والی اور بھروانے والی پر لعنت فرمائی) کو حکم قرآن ہی قرار دیا کیونکہ آپ نے جب جسم کے خون میں رنگ بھر کر پھول وغیرہ بنانے والی عورتوں کو منع کیا اور انہیں لعنت کا مستحق قرار دیا تو ایک عورت نے کہا میں نے مکمل قرآن پڑھا ہے مجھے تو کہیں نظر نہیں آیا کہ اِس سے منع کیا گیا ہو۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم نے مکمل قرآن نہیں پڑھا اگر غور سے پڑھتی تو تمہیں یہ بھی نظر آتا:

ما آتکم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا

جب میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پیش کر رہا ہوں تو وہ قرآنِ پاک کی اِس آیت کے مطابق ہے۔ اِس سے واضح ہوا کہ جس کام سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا اس سے رک جانا' اِسے ترک کر دینا بھی ضروری ہے۔

"عن ابن عباس قال كان اهل الجاهلية ياكولن اشياء ويتركون اشياء تقذرا فبعث الله نبيه وانزل كتابه واحل حلاله وحرم حرامه فما احل فهو حلال وما حرم فهو حرام وما سكت عنه فهو عفو".

(ابوداؤد' مشکوٰۃ باب ما تحل اکلہ وما تحرم ص ۳۶۲)

حضرتِ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں زمانہ جاہلیت میں لوگ بعض چیزیں کھاتے تھے اور بعض چیزوں کو کھانا چھوڑ دیتے تھے۔ جن کو طبیعت پسند نہیں کرتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھیجا اور اپنی کتاب کو نازل کیا اور حلال کو حلال کردیا اور حرام کو حرام کردیا اور جس سے سکوت فرمایا وہ معاف ہے۔ (یعنی اِس پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا)

اباحت اصل ہے

ان اصل الافعال الاباحة كما هو مختار اكثر الحنفية والشافعية (شرح مسلم الثبوت ص ٨٦)

تمام کام اصل میں مباح ہیں جب تک اِن کے ناجائز ہونے پر کوئی دلیل قائم نہ ہو وہ جائز ہوتے ہیں' یہی اکثر احناف اور اکثر شوافع کا عقیدہ ہے یہی معتبر ہے۔

ان الاباحة اصل فی الاشياء لقوله تعالىٰ (خلق لكم مافی الارض حميعا) (نور الانوار مع قمر الاقمار ص ١٧٩)

تمام اشیاء میں اصل اباحت (جواز) ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا زمین میں تمام چیزیں تمہارے نفع کے لئے پیدا کی ہیں۔

مقام توجہ

جب تک ناجائز کہنے والے اِس کے ناجائز ہونے پر دلائل قائم نہ کرسکیں تو جائز ماننے والے بغیر کسی دلیل کے بھی جائز مان سکتے ہیں۔ بس یہی بحث ذہن میں رکھیں یہی شرعی ضابطہ ہے۔

حلال کو حرام سمجھنا

ارشادِ خداوندی!

يَاۤ اَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ. کی تفسیر میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ان تحريم الحلال على وجهين الاول اعتقاد ثبوت حكم التحريم فيه وهو كاعتقاد ثبوت حكم التحليل في الحرام محظور يوجب الكفر والثاني الامتناع من الحلال مطلقا او مؤكدا باليمين مع حله وهذا مباح صرف وحلال محض (روح المعاني ج ۱۴ ص ۱۷۸)

حلال کو حرام بنانے کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم یہ ہے کہ حلال چیز کے متعلق حرام ہونے کا عقیدہ رکھنا یہ بالکل ایسا ہے جیسا کہ حرام چیز کو حلال سمجھنے کا عقیدہ رکھنا ایسا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ حلال سے رک جانا' حلال کو استعمال نہ کرنا یا قسم اُٹھا کر اپنے آپ پر حرام کر لینا یہ مباح ہے بشرطیکہ وہ حلال چیز پر عمل کرنا باعث عبادت نہ ہو۔

مسئلے کو سمجھئے

مکروہ تنزیہی بھی بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہو سکتی' اس کے لئے بھی خاص دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ صرف زبانی دعویٰ کافی نہیں کہ یہ کام ناجائز ہے جب مکروہِ تنزیہی ثابت کرنے کے لئے دلیل دینی پڑے گی تو حرام بغیر دلیل کے کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے اور حلال کو حرام سمجھنے کا عقیدہ رکھنا جب منع ہے اور باعثِ کفر بھی ہے تو حلال کو حرام کہنے والے کون سے دین کی خدمت کر رہے ہیں۔

اسی مسئلہ کو شامی میں دیکھیں:

لا يلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة اذ لابدلها من دليل خاص (شامی ج ۱ ص ۲۱۸)

صرف مستحب کے ترک سے کراہت ثابت نہیں ہو سکتی بلکہ مکروہ ثابت کرنے کے لئے خاص دلیل کی ضرورت ہے۔

خیال رہے کہ اِس مکروہ سے مرادمکروہِ تنزیہی ہے نہ کہ مکروہِ تحریمی۔ علامہ شامی نے اِس پر صراحت کی ہے۔

بُرے القاب اور بری تشبیہات کو مسلمانوں کیلئے استعمال کرنا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ.

اور آپس میں طعنہ نہ کرو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو کیا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا۔

قال البيضاوی البز مختص باللقب السوء وفی القاموس التنابز التعاير والتداعی بالالقاب یعنی لاتدع بعضکم بعضا للقب السوء قال البغوی قال عکرمة هو قول الرجل للرجل یافاسق یامنافق یاکافر قال الحسن کان الیهودی والنصرانی یسلم فیقال له بعد اسلامه یایهودی یانصرانی فنهو عن ذلک. قال عطاء هو ان تقول لاخیک یاحمار یاخنزیر وروی نع ابن عباس قال التنابز ان یکون الرجل عمل السیات ثم تاب عنها فنهی ان یعیر بما سلف من عمله. (مظهری)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مومنوں کو ایک دوسرے کو برے القاب دینے سے منع کیا گیا ہے کوئی شخص کسی دوسرے کو اے فاسق' اے کافر' اے منافق کہہ کر نہ پکارے اِسی طرح اگر کوئی یہودی یا عیسائی اِسلام قبول کرلے تو اِسے اسلام قبول کرلینے کے بعد یہودی اور عیسائی نہ کہا جائے۔ اِسی طرح کوئی شخص کسی اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو اے گدھے' اے خنزیر نہ کہے۔ اِسی طرح کوئی شخص گناہوں سے جب توبہ کرلے تو اِسے توبہ کے بعد اِس کے سابقہ گناہوں پر عار نہ دلائی جائے۔

اِس سے واضح ہوگیا کہ مسلمانوں کو یہودیوں سے تشبیہ دینا اور یہودیوں کے لئے جو احادیث اِستعمال ہیں اِن کو مسلمانوں کے لئے استعمال کرنا درحقیقت قرآنِ پاک کے حکم سے منہ موڑنا ہے۔

سبز رنگ نبی ﷺ کو پسند تھا

ابن عباس گفت پیغمبر ﷺ را بر منبر دیدم که خطبه میکر دوبر دهائے سبز پوشیده بود (شرح سفر السعادة)

حضرتِ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میں نے پیغمبر ﷺ کو منبر پر دیکھا کہ آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے اور سبز رنگ کی چادر آپ کے زیب تن تھی۔

اِس سے پتہ چلا کہ نبی کریم ﷺ نے سبز رنگ کی چادر اِستعمال فرمائی۔ لہٰذا سبز رنگ کی مخالفت سے نبی کریم ﷺ کے لباس شریف پر اعتراض لازم آئے گا۔

اعتراض

نبی کریم ﷺ نے خالص سبز رنگ کی چادر یا خالص سرخ رنگ کا لباس استعمال نہیں فرمایا بلکہ سبز اور سرخ دھاریاں (لکیریں) کپڑے میں ہوتی تھیں۔ کیونکہ شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اِس کا وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

برد سبز بردلیست که دران خطوط سبز باشد نه آنکه سبز خالص بود چنانکه برد سرخ نیز باین معنی است. (شرح سفر السعادة)

سبز رنگ کی چادر کا یہ مطلب ہے کہ اِس میں سبز لکیریں ہوتی تھیں یہ نہیں کہ وہ خالص سبز ہوتی تھی جس طرح سرخ چادر کا ذکر ملتا ہے اِس کا بھی یہ مطلب ہے۔

جواب:

شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اِس کا جواب بھی خود ہی واضح طور پر ذکر فرمایا ہے۔ آپ کی پیش کردہ عبارت ملاحظہ ہو:

وایں بیان واقع است نہ آنکہ سبز خالص پوشیدن حرام بود چنانکہ سرخ خالص. زیرا کہ بہ تحقیق ثابت شدہ است کہ دوست تریں رنگھا نزد آنحضرت ﷺ بعد از بیاض خضرت بود. (شرح سفر السعادۃ)	یہ بیان واقع ہے یعنی نبی کریم ﷺ نے سبز دھاریوں والی چادر کا اِستعمال فرمایا اِس کا یہ مطلب نہیں کہ خالص سبز لباس پہننا منع ہے جس طرح کہ سرخ خالص۔ اِس لئے کہ تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو سفید رنگ کے بعد خالص سبز رنگ بہت زیادہ پسند تھا۔ (شرح سفر السعادۃ ص ۴۳۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

''دوست ترین'' اور ''خضرۃ'' کے الفاظ پر نگاہ کریں' بار بار پڑھیں' ان شاء اللہ عزوجل یہ واضح ہو جائے گا کہ سفید رنگ کے بعد خالص سبز رنگ آپ ﷺ کو بہت ہی زیادہ پسند تھا۔

عن انس قال کان احب الثیاب الی النبی ﷺ ان یلبسھا الحبرۃ (متفق علیہ) (مشکوٰۃ کتاب اللباس)	حضرتِ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ یمنی دھاریدار لباس پہننا پسند فرماتے تھے۔
ثم الحبرۃ نوع من برود الیمن بخطوط حمر وربما تکون بخضر اوزرق	''حبرۃ'' کا لفظ حدیث پاک میں استعمال ہوا ہے اِس سے مراد یمنی چادریں ہیں' جن میں سرخ دھاریاں ہوتیں اکثر طور پر اِن میں سبز دھاریاں ہوتیں یا نیلی دھاریاں ہوتیں۔

نبی کریم ﷺ کو یہ کپڑا اِس وجہ سے پسند تھا کہ یہ سوتی کپڑا تھا اور نفیس تھا۔

وقیل لکونھا خضراء وھی من ثیاب اھل الجنۃ وقد ورد انہ کان احب الالوان الیہ الخضرۃ علی ماروٰہ الطبرانی فی الاوسط وابن السنی وابو نعیم فی الطب (مرقاۃ ج ۸ ص ۲۳۴)	اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو وہ کپڑا اِس لئے پسند تھا کہ اِس میں سبز رنگ پایا جاتا تھا' چونکہ سبز رنگ کا لباس جنتی لوگوں کا لباس ہوگا یہی پسند کی وجہ تھی۔

اور تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو سبز رنگ بہت ہی زیادہ پسند تھا۔

اخرج ابن السنی وابو نعیم کلاھما فی طب النبیﷺ عن انس قال کان احب الالوان الی رسول اللہﷺ الخضرۃ. (مظھری ج٦ ص ٣٢)

حضرتِ انسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کو سبز رنگ بہت ہی زیادہ پسند تھا۔

مقصودی بحث کی طرف توجہ فرمائیں

ایک فوٹوسٹیٹ پمفلٹ نظر سے گزرا جس میں مشکوٰۃ شریف سے ایک حدیث پاک کا عکس دیا گیا اور اِس کا غلط ترجمہ شائع کر کے خبث باطنی کا ثبوت پیش کیا گیا۔ امت مسلمہ کو لڑانے کی ایک مذموم کوشش کی گئی اور خصوصاً حدیث پاک کا غلط ترجمہ کر کے ناپاک جسارت کی گئی۔ خوفِ خدا کو بالائے طاق رکھ کر جھوٹ کا پلندہ تحریر کیا گیا۔

حدیثِ پاک اور اِس کا غلط ترجمہ

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہﷺ یتبع الدجال من امتی سبعون الفا علیھم السیجان رواہ فی شرح السنۃ. (مشکوٰۃ باب العلامات بین یدی الساعۃ ص ٤٧٧)

میری امت میں سے ستر ہزار لوگ ہوں گے جو دجال کی اتباع کریں گے جن پر سبز رنگ کے عمامے ہوں گے۔

سیجان کا لفظ شامل ہے سبزٹوپی سبز چادر سبز پگڑی پر۔

غلط ترجمہ کرنے کی وجوہ

یہ ترجمہ غلط کیا گیا ہے اِس کی تین وجہ ہو سکتی ہیں: اِس کی ایک سب سے بڑی وجہ تو یہ نظر آتی ہے کہ ''دعوتِ اسلامی'' سے تعلق رکھنے والے حضرات سبز عمامہ شریف باندھتے ہیں۔ اِن کی بڑھتی ہوئی تعداد اور اِن کو جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اچھے اعمال کی توفیق حاصل ہے اِس پر حسد کرتے ہوئے حدیث پاک کے مفہوم کو بدل دیا گیا یوں کہا جائے

سبز عمامہ شریف کو دیکھ کر کذاب جَل اُٹھے

دوسری وجہ یہ ہے کہ ''السیجان'' کے معنی کو سمجھنے سے مترجم قاصر رہا' کذب بیانی کا مرتکب ہوا۔

تیسری وجہ اسی مضمون کی دوسری حدیث جو مسلم شریف میں اور مشکوٰۃ کے اِسی باب میں ہے اِسے چھپانے کی ناکام کوشش کی گئی۔

آئیے حدیثِ مسلم کو دیکھیں

عن انس عن رسول اللہﷺ قال یتبع الدجال من یھود اصفھان سبعون الفا علیھم الطیالسۃ رواہ مسلم. (مشکوٰۃ باب العلامات بین یدی الساعۃ ص ٤٧٥)

حضرتِ انسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دجال کی تابعدار کریں گے' ستر ہزار اصفہان کے یہودی جن پر طیالیس ہوں گی۔

تنبیہ: ''طیالسہ'' اور ''سیجان'' کے لفظ کا دونوں حدیثوں میں ایک ہی مطلب ہے جسے میں ان شاء اللہ عزوجل لغت سے واضح کروں گا۔

وضاحت حدیث:

من الاتبا بتشدید الفاء ای یطیح.

لفظِ ''یتبع'' میں تاء پر شد ہے ''اتباع'' سے لیا ہوا ہے جس کا معنی ہے اطاعت کرنا۔

''اصفہان'' ہمزہ پر زبر بھی اور زیر بھی فاء پر زبر ہے فاء کی جگہ باء کا استعمال بھی ہے۔ شہر کا نام ہے جو عراق کے علاقہ میں ہے۔ بعض حضرات نے کہا اصفہان دو شہر ہیں۔ ایک خراسان میں ہے جو فاء کی جگہ باء کا اِستعمال کرتے ہیں۔

(واللہ اعلم بالصواب)

حدیث پاک سے ایک بات تو یہ واضح ہوئی وہ قوم جو دجال کی تابعدار کرے گی۔ اِن کی علامت بیان کی گئی کہ اِن پر طیالیس ہوں گی اور دوسری بات کہ وہ یہود ہوں گے اور تیسری بات کہ وہ اصفہان کے ہوں گے۔ ابھی دجال کا ظہور بھی نہیں کہ دجال کے متبعین تلاش کیے جائیں۔ دجال کا جب ظہور ہوگا تو اس کے متبعین بھی ڈھکے چھپے نہیں رہیں گے۔

جب نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ یہودی ہوں گے تو مسلمانوں پر اِس حدیث کا اطلاق کیسے صحیح ہے؟

جب مصطفیٰ کریم ﷺ کے ارشادِ گرامی کے مطابق وہ اصفہان کے ہوں تو پاکستان کے ثابت کرنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

جب ''طیلسان'' کا ایک معین رنگ ہی نہیں بیان کیا گیا بلکہ تین رنگ بیان کئے گئے جس کی وضاحت ان شاء اللہ عزوجل آئی ہے تو صرف سبز رنگ پر زور کیوں؟

''طیالسہ'' اور ''سیجان'' کی لغوی تحقیق:

ایک حدیث شریف میں ''طیالسہ'' استعمال ہے اور دوسری حدیث میں لفظ ''سیجان'' استعمال ہے دونوں کا ایک ہی مطلب ہے۔ اِس لئے اِن الفاظ کی لغوی حیثیت پہلے دیکھیں پھر شارحی کی بحث کو دیکھیں تو مطلب واضح ہو جائے گا۔

الطالسان ضرب من الاوشحة یلبس علی الکتف او یحیط بالبدن خال عن التفصیل والخیاطة اوهو مایعرف فی العامیة المصریة بالشال (فارسی معرب تالستان او تالشان) (المعجم الوسیط)

طالسان ایک لباس ہے جو زینت کیلئے کندھے پر اِستعمال کرتے ہیں یا اِس سے بدن کو ڈھانپتے ہیں۔ اِس میں کوئی تفصیل نہیں ہوتی (کہ یہ حصہ بازو کیلئے ہے تو یہ پیٹ کیلئے وغیرہ) اور اِس کی سلائی بھی نہیں ہوتی (واضح ہوا کہ وہ چادر ہوتی ہے) یا یہ کہ مصر میں عام لوگ جسے شال کہتے ہیں۔ وہی طالسان ہے اصل میں یہ لفظ فارسی ہے اور اصل میں تالسان یا تالشان تھا عربی میں اِسے طالسان بنالیا گیا یعنی یہ لفظ معرب ہے۔

الاطلس من الشياب الوسخ اومای لونه طلسة (المعجم الوسط)

جس کپڑے میں میل ہو یا جس کا رنگ طلسہ (طاء پر پیش لام ساکن) ہو اسے اطلس کہا جاتا ہے۔

اطلسه الغبرة الی السواد ومارق من السحاب.

مٹیالا رنگ جو سیاہی مائل ہو اور پتلے بادلوں کا جو رنگ ہوتا ہے اِسے طلسہ کہا جاتا ہے۔

المعجم الوسیط سے کی گئی بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ "طیالسہ" جمع ہے "طیلسان" یا "طالسان" کی جس کا معنی ہے چادر، شال اور اس کا رنگ خاکستری سیاہی مائل ہوتا ہے۔

السیجان تصغیر الساج' سویج' والجمع سیجان' ابن الاعرابی السیجان الطیالسة السود واحدھا ساج.

ساج کی تصغیر سویج ہے اور جمع سیجان ہے ابن الاعرابی نے کہا السیجان سیاہ رنگ کی چادروں کو کہا جاتا ہے۔ اِس کا واحد ساج ہے۔

وفی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنھما ان النبی ﷺ کان یلبس فی الحرب من القلانس مایکون من السیجان الخضر جمع ساج وھو الطیلسان الاخضر.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے کہ بیشک نبی کریم ﷺ جنگ میں ٹوپی پہنتے تھے جو سبز سیجان سے بنی ہوئی ہوتی تھی۔ سیجان ساج کی جمع ہے سبز رنگ کی چادر کو بھی کہا جاتا ہے۔ (لسان العرب)

الساج ضروب من الشجر یعظم جدا ویذھب طولا وعرضا ولہ ورق کبیر (ج) سیجان. (المعجم الوسط)

سیجان جمع ہے ساج کی ساج ایک بہت بڑا درخت ہے جو طول وعرض میں پھیلا ہوا ہوتا ہے اور اِس کے بڑے بڑے پتے ہوتے ہیں۔ ہماری زبان میں اِسے ساگوان کہا جاتا ہے اِس کی لکڑی بھی سیاہ ہوتی ہے۔

یہاں سے ایک اور بات سمجھ میں آئی کہ سیجان کا معنی ٹوپی کرنا غلط ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ ٹوپی پہنتے تھے جو سیجان کی بنی ہوئی ہوتی تھی۔ یہ نہیں کہ سیجان پہنتے تھے جس کا معنی ٹوپی ہے۔ سیجان سبز رنگ کی چادر کو بھی کہتے اور سیاہ رنگ کی چادر کو بھی اور یہ بھی ممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ جو ٹوپی جنگ میں اِستعمال کرتے تھے وہ ساگوان کی لکڑی کی چھیل سے بنتی ہو۔

وقیل الطیلسان المقور ینسج کذالک کان القلانس تعمل منھا او من نوعھا. (لسان العرب)

بعض حضرات نے بیان کیا سیجان (یہ سیجان کی بحث میں ہی ہے) اِس طیلسان (چادر) کو کہتے ہیں جس پر سیاہ رنگ کا تارکول لگا یا ہوتا ہے اِس سے وہ کپڑا بنا ہوا ہوتا ہے اِسی تارکول والے دھاگہ سے یا اِس قسم کے سیاہ دھاگہ سے ٹوپیاں بھی بنائی جاتی تھیں۔

اِس سے ایک اور احتمال ثابت ہوگیا کہ ہوسکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ سیاہ رنگ کی ٹوپی جنگ میں اِستعمال فرماتے ہوں۔

والساج الطيلسان الاخضر او الضخم الغليظ اوالاسود او المقور ينسج كذالك وبه فسر حديث ابن عباس كان النبیﷺ يلبس فی الحرب من القلانس ا يكون من السيجان وفی حديث ابی هريرة اصحاب الدجال عليهم السيجان. (تاج العروس)

ساج سبز رنگ کی چادر کو کہا جاتا ہے (نہایہ میں اِسی معنی سے ابتداء کی گئی ہے) ساج موٹے کپڑے لحاف وغیرہ پر بھی بولتے ہیں اور ساج سیاہ رنگ کی چادر کو بھی کہتے ہیں ساج تارکول والے سیاہ دھاگہ سے بنے ہوئے کپڑے کو بھی کہتے ہیں۔

اِس کی وضاحت حضرتِ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے بھی ملتی ہے جس میں یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جنگ میں ٹوپی پہنتے تھے جو سیجان کی بنی ہوئی تھی۔

سیجان سے سبز پگڑی مراد لینا غلط ہے

حضرتِ ابو ہریرہؓ کی حدیث میں ذکر ہے کہ دجال کی تابعداری کرنے والوں پر سیجان ہوں گی اور لغوی تحقیق میں بیان کیا جاچکا ہے کہ سیجان کا معنی سیاہ رنگ کی چادر، تارکول ملے ہوئے دھاگہ سے بنی ہوئی چادر اور سبز رنگ کی چادر ہے تو صرف سبز رنگ ثابت کرنا کس طرح درست ہے......؟؟؟ عمامہ معنی کرنا کیسے صحیح ہے؟؟

وقيل الساج الطيلسان المدور ويطلق مجازا على الكساء المربع. (تاج العروس)

اور بیان کیا گیا ہے کہ ساج گول چادر کو کہا جاتا ہے اور مجازی طور پر مربع (چورس) چادر کو بھی کہا جاتا ہے۔

اب ذرا خود فیصلہ کریں کہ حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجازی معنی کی کیا ضرورت پڑ رہی ہے اور وہ بھی مربع چادر تک مجازی معنی کیا جاسکتا ہے پگڑی معنی کرنا تو مجازاً بھی درست نہیں۔

اعتراض

سیجان کا معنی سیاہ چادر کرنا تو غریب ہے۔ سیاہ رنگ کی چادر والا معنی لے کر کیسے بحث کی جاسکتی ہے؟

جواب

قلت قال ابن الاعرابی السيجان الطيالسة السود واحدها ساج فكيف يكون مع هذا النقل غريبا. (تاج العروس)

ابن اعرابی نے کہا ہے سیجان سیاہ چادروں کو کہا جاتا ہے سیجان کا واحد ساج ہے پھر اُنہوں نے اشعار نقل فرمائے جن میں ساج استعمال ہے تو غریب کیسے کہا جاسکتا ہے۔

منجد عربی' اردو کو دیکھئے

''الساج'' (ساکھو کا درخت)..............''ج سیجان'' ''واحد ساجۃ'' (کشادہ گول چادر) ''کساء مسرج'' (گول چادر) ''طلس (س) طلسا'' ''طلس (ک) طلسۃ'' (خاکستری رنگ کا ہونا) ''اطلس'' (کالی چادر) ''اطلس'' (محو شدہ تحریر' میلا کپڑا) ''الطلسۃ'' (خاکستری رنگ) ''طیلسان'' (سبز چادر جس کو علماء و مشائخ اِستعمال کرتے ہیں)۔

سبحان اللہ عزوجل! صاحبِ لغت اور مترجمین علماء نے ''طیلسان'' کا معنی علماء و مشائخ کی سبز چادر بیان کیا لیکن متعصبین نے طیلسان جو یہودیوں کا خاص لباس تھا اِسے مسلمانوں کے لئے صرف مسلمان نہیں بلکہ اللہ کی راہ میں چلنے والوں کیلئے اِستعمال کر کے حدیث پاک کا مفہوم بدل دیا ہے اور سبز عمامہ پر انطباق کر کے اپنی عاقبت خراب کی ہے۔

حدیث مسلم پر حاشیہ مشکوٰۃ دیکھئے

مسلم شریف کی وہ حدیث جس میں واضح طور پر ذکر ہے کہ وہ اصفہان کے ستر ہزار یہودی ہوں گے جو دجال کی تابعدار کریں گے اِن پر طیالسین (خاکستری چادریں) ہوں گی۔ اِس پر حاشیہ دیکھیں:

الطیالسۃ جمع الطیلسان وھو معرب تالسان وھو ثوب معروف وقد احتج ابن القیم علی ذم لبس الطیلسان بھذا الحدیث وبما روی عن انس انہ رأی جماعۃ علیھم الطیالسۃ فقال ما اشبہ ھؤلاء بیھود خیبر واجاب عنہ فی فتح الباری ان الطیالسۃ فی ذلک الوقت کان من شعار الیھود فانکر ذلک انس ثم ارتفع فی ھذہ الازمنۃ فتدخل فی عموم السباحات وقد ثبت فی احادیث کثیرۃ التطلس والتقنع عن رسول اللہ ﷺ والصحابۃ. (لمعات' مرقاۃ)

طیالسہ جمع ہے طیلسان کی' یہ فارسی لفظ تالسان سے عربی بنایا گیا ہے یہ ایک مشہور و معروف کپڑا ہے ابن قیم نے طیلسان کے اِستعمال کی اِسی حدیث کے ذریعے مذمت ثابت کی۔ اِسی طرح ایک اور حدیث کو بھی اِس نے اپنے موقف پر دلیل بنایا ہے کہ حضرتِ انس رضی اللہ عنہ نے چند لوگوں کو دیکھا جنہوں نے طیالسیں اوڑھی ہوئی تھیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو خیبر کے یہودیوں سے بہت مشابہت ہے۔

فتح الباری میں اِس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اِس وقت طیلسان کا اِستعمال یہودیوں کی مذہبی علامت تھی ان کی مشابہت کی وجہ سے حضرتِ انس رضی اللہ عنہ نے اِسے ناپسند سمجھا۔ اب جب اِس زمانہ میں طیلسان کا اِستعمال عام ہوگیا یہودیوں کی خاص علامت نہ رہی تو عام مباح چیزوں کی طرح اِس کا حکم بھی ہوگیا۔ کثیر احادیث میں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کا طیلسان کا اِستعمال ثابت ہے۔ (طیلسان کے معنی تفصیلی طور پر ذکر کردیئے گئے ہیں)

اور اِسی طرح آپ سے اور صحابہ کرام سے قناع کا اِستعمال بھی ثابت ہے قناع کا معنی اوڑھنی اور دوپٹہ ہے۔

اِس بحث سے بھی واضح ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے اور آپ کے صحابہ کرام نے سبز رنگ کی چادر کو اِستعمال کیا اِس لئے سبز رنگ کی چادر پر طعنہ زنی جہالت وحماقت ہے اور سبز عمامہ پر اِس کا انطباق اِس پر مستزاد ہے۔

احادیث مذکورہ کے معروف تراجم سے اِستدلال ایک قدیم ترجمہ دیکھئے

وہ حدیث مبارکہ جو شرح السنۃ کے حوالہ سے مشکوٰۃ میں مذکور ہے جس میں سیجان کا ذکر ہے اور جس کا ترجمہ متعصبین نے غلط کیا ہے اِس کے ایک پرانے ترجمہ کی طرف توجہ کریں۔ یہ اِس لئے حوالہ دیا جارہا ہے کہ اِس ترجمے کو موجودہ دور کے مسلکی تعصبات سے قبل لکھا گیا ہے اور اِسے معترضین کے ہم خیال بھی مانتے ہیں:

روایت ہے ابی سعید خدری سے کہا کہ: فرمایا' رسولِ خدا ﷺ نے متابعت کرینگے دجال کی میری امت میں ستر ہزار کہ اوپر ہونگی (اِنکے) سیاہ چادریں۔ (الرحمۃ المہداۃ ترجمہ المشکوٰۃ' مطبع القرآن والسنۃ امرتسر جزء ربع الرابع ص ۱۱۹)

اِسی ترجمہ سے دوسری حدیث کو دیکھیں جو مسلم شریف کی حدیث ہے جس میں طیالسہ کا لفظ اِستعمال ہے۔

روایت ہے انس سے کہ نقل کی رسولِ خدا ﷺ سے کہ فرمایا پیروی کریں گے دجال کی یہود اصفہان سے ستر ہزار کہ اِن پر سیاہ چادریں ہوگی'' (ص ۱۱۲ حوالہ مذکورہ)

مظاہرِ حق کو دیکھیں

شرح السنۃ کی حدیث جس میں سیجان کی ذکر ہے جس کا ترجمہ غلط کیا گیا ہے۔ اِس کا ترجمہ اور وضاحت (مشکوٰۃ شریف کی شرح مظاہرِ حق ص ۳۲۰) پر دیکھیں وہ یہ ہے: اور روایت ہے

ابی سعید خدری سے کہ کہا فرمایا رسولِ خدا ﷺ نے متابعت کرینگے دجال کی میری امت میں سے ستر ہزار کہ اِن پر ہوں گے سیجان کہ قسم پہناوے کی ہے یہ نقل کی بغوی نے شرح السنۃ میں۔ ف: سیجان زیر سین مہملہ اور جزم یا سے کہ بعد اِس کے جیم ہے جمع ساج ہے جیسے تیجان جمع تاج کی بمعنی طیلسان سبز یا سیاہ کے۔

تنبیہ: نبی کریم ﷺ نے تمام کفار اور مسلمانوں کو تبلیغِ احکام کی ہے اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانے کے لحاظ سے اور حق راہ کی دعوت دینے کے لحاظ سے آپ کی امت کو ''امت دعوت'' کہا جاتا ہے۔ جس میں کافر بھی داخل ہیں اور آپ ﷺ کے ارشادات کو صرف مسلمانوں نے قبول کیا ہے اِس لحاظ سے آپ کے مسلمانوں کی امت کو ''امت اجابت'' کہا جاتا ہے اب اِس تمہید کے بعد یہ سمجھیں:

امتی ای امۃ الاجابۃ او الدعوۃ وھو الاظھر لما سبق انھم من یھود اصفھان.
(مرقاۃ ج ۱۰ ص ۲۱۷)

حدیث شریف میں جو ذکر ہے ''میری امت میں سے'' اِس سے مراد امت اجابت ہے یا امت دعوت؟ صحیح بات یہ ہے کہ اِس سے مراد ''امت دعوت'' جو کفار کو بھی شامل ہے اِس لئے کہ پہلے حدیث مسلم میں گزر چکا ہے کہ وہ لوگ دجال کی تابعداری کرینگے وہ اصفہان کے یہود ہوں گے۔

مقام توجہ

مسلم شریف جس میں واضح طور پر موجود ہے کہ دجال کی تابعداری کرنے والے اصفہان کے یہود ہوں گے اس کی سند قوی ہے۔لیکن شرح السنۃ کی یہ حدیث سند کے لحاظ پر ضعیف ہے:

قیل فی سندہ ابو ہارون وھو متروک. (مرقاۃ ج ۱۰ ص ۲۱۷)

بیان کیا گیا ہے کہ اس کی سند میں ابو ہارون ہے جو متروک ہے۔

اس بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ مطلقاً آپ کی امت سے مسلمان مراد نہیں بلکہ یہود ہی مراد ہیں جس کا ذکر دوسری حدیث میں ہے جو سند کے لحاظ سے اس سے قوی ہے۔

راقم کا خیال

طیلسان اور سیجان کے معانی میں یہ واضح ہو چکا ہے کہ سبز چادر کو بھی کہا گیا سیاہ رنگ کی چادر کو بھی کہا گیا اور تار کول لگے ہوئے دھاگہ سے تیار چادر کو بھی کہا گیا ہے بلکہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرتِ انس ﷺ طیالسیں استعمال کرنے والوں کو یہود خیبر سے تشبیہ دی اس کے متعلق مظاہر حق میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک وقت شعار یہود سے ہوا اور حضرتِ انس ﷺ کا اِنکار کرنا اِس سبب سے ہو یا یہ کہ راقم کا اِس پر موقف یہ ہے کہ دجال کے متبعین کی چادروں کے رنگ ایسے ہوں گے جو سبز، سیاہ اور زردی آمیزش سے خاکستری زردی مائل رنگ ہوتا ہے۔

یہ قول سب اقوال کا جامع ہے اِس طرح مترجمین' شارحین نے جو مختلف رنگ تحریر کیے ہیں اِن میں کوئی اِختلاف اور کوئی تعارض نہیں بلکہ وہ ایسا رنگ ہوگا جو سب رنگوں کا مجموعہ ہوگا اگر نہ سمجھ آئے تو دوپٹے رنگنے والوں سے جا کر پوچھ لیں اور دیکھ لیں کہ اِن تینوں رنگوں کے مجموعہ سے کون سا رنگ بنتا ہے۔

حرفِ آخر

دجال کی تابعداری کرنے والی دو حدیثیں ہیں ایک حدیث مطلق ہے اور ایک حدیث میں یہ ذکر ہے کہ وہ اصفہان کے یہود ہوں گے۔جس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ دجال کی تابعداری کرنے والے اصفہان کے یہود ہوں گے وہ سند کے لحاظ پر قوی ہے جبکہ دوسری کے ہارون کے متروک ہونے کے سبب ضعف کا قول کیا گیا ہے۔لہٰذا دوسری حدیث سے بھی مرا یہود ہی ہیں تمام شارحین کا اِس پر اتفاق ہے کہ دونوں حدیثوں کا مطلب ایک ہی ہے۔

ایک حدیث میں "طیالسہ" آیا ہوا ہے اور ایک میں "سیجان" اِن دونوں لفظوں کا ایک ہی معنیٰ مراد ہے "طیلسان" کا حقیقی معنیٰ گول چادر' شال ہے اور مجازی معنیٰ مربع چادر ہے۔"طیلسان" کا معنیٰ ٹوپی نہیں بلکہ طیلسان سے بنی ہوئی ٹوپی رسول اللہ ﷺ نے جنگ میں اِستعمال کی۔"طیلسان" یا "ساج" جس کی جمع سیجان ہے پگڑی معنیٰ نہیں ہاں بعض اوقات اِنسان چادر کو گرمی وغیرہ سے بچاؤ کے لئے سر پر رکھ لیتا ہے اِس طرح سر پر اِستعمال کہیں مل سکتا ہے۔

سبز رنگ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام نے پسند فرمایا ہے اور سبز دھاریدار کو اِستعمال فرمایا ہے سبز رنگ کا لباس جنتیوں کا ہوگا سبز رنگ کی چادریں علماء و مشائخ نے اِستعمال کی ہیں۔طیلسان کے تین رنگ اہلِ لغت نے بیان کئے ہیں' سبز' سیاہ'

زرد۔

حدیث کا غلط معنی جان بوجھ کر کرنا جرم عظیم ہے' کذب بیانی ہے' اپنے آپ کو گنہگار کرنا لازم آتا ہے' حدیث پاک کا واضح مفہوم وہی ہے جو دونوں حدیثوں کا مجموعی مفہوم ہے' طیلسان کا رنگ وہی صحیح ہوگا جو تینوں رنگوں کا مجموعہ ہے۔

اب حدیث پاک کا سیدھا مفہوم یہ ہے کہ دجال کی تابعداری کرنے والے اصفہان کے ستر ہزار یہودی ہوں گے اِن کے اوپر خاکستری زرد رنگ کی شالیں ہوگی۔

خدارا کسی کی مخالفت میں قرآنِ پاک اور حدیث پاک کا مفہوم نہ بدلیں یہ طریقہ یہود و نصاریٰ کا ہے۔ اِسلام کی بغاوت کرنے والے' اِسلام کی تعلیمات کا مزاح اڑانے والے' قرآن و حدیث کو اپنے مطلب کے مطابق کرنے والے یہود و نصاریٰ کے آلہ کار کافی مقدار میں پاکستان میں موجود ہیں۔

علماء کا یہ کام نہیں کہ وہ اندازِ تبلیغ ایسا اختیار کریں جسے دیکھ کر لوگ اِسلام اور علماء سے دور بھاگیں۔

(وما علینا الا البلاغ)

عمامہ (پگڑی) سنتِ مصطفی ﷺ ہے

السنة الزوائد تارکھا لایستوجب اساعة کسیر النبی فی لباسه وقعوده وقیامه فان هؤلاء کلها لا تصر منه علی وجه العبادة وقصد القربة بل علی سبیل العادة فانه کان یلبس جبة حمراء و خضراء وبیضاء طویل الکمین وربما بلبس عمامة سوداء وحمراء وکان مقدارها سبعة اذرع او اثنی عشر ذراعا او اقل او اکثر وکان یقعد محتبأ تارة ورمربعا للعذر وعلی هیئة التشهد اکثر فهذا کلها من سنن الزوائد یثاب المرء علی فعلها ولا یعاقبعلی ترکها وهو فی معنی المستحب الا ان المستحب ما احبه العلمنا وهذا ما اعتاد به النبی ﷺ. (نور الانوار ص١٦٧)

الا ان المستحب الخ فی الدر المختار ویسمی مندوبا وادبا وفضیلة وهو فعله علیه الصلوٰة والسلام مرة وترکه اخری وما احبه السلف. (قمر الاقمار)

سنتِ غیر مؤکدہ کے تارک کو گناہ کا مرتکب نہیں کہا جا سکتا جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی عادت شریفہ لباس' بیٹھنے اور کھڑے ہونے میں تھی یہ تمام کام نبی کریم ﷺ سے بطورِ عبادت صادر نہیں ہوئے تھے بلکہ بطورِ عادت صادر ہوئے تھے۔

نبی کریم ﷺ نے جبہ لمبی آستینوں والا سرخ (دھاریدار) اور سبز (دھاریدار) بھی اِستعمال فرمایا اور سفید رنگ کا بھی اِستعمال فرمایا۔

آپ ﷺ نے عمامہ سیاہ رنگ کا اور سرخ (دھاریدار) بھی اِستعمال فرمایا اِس کا لمبائی ساتھ ہاتھ بھی ثابت ہے اور بارہ ہاتھ بھی' قلیل مقدار اور کثیر مقدار بھی ثابت ہے۔

نبی کریم ﷺ سے احتباء کے طور پر بیٹھنا بھی ثابت ہے یعنی سرین کو زمین پر رکھنا اور پنڈلیوں کو کھڑا کرنا اور اِن پر کپڑے کا گھیرا لگانا ''احتباء'' کہلاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ سے چوکیڑی مار کر بیٹھنا بھی ثابت ہے اگرچہ صاحبِ نورالانوار نے وجہ عذر چوکیڑی مار کر بیٹھنے کا ذکر کیا ہے لیکن فقہ کی دیگر کتب شامی وغیرہ میں مطلقاً ثابت کیا گیا ہے عذر کی کوئی قید نہیں نبی کریم ﷺ سے تشہد کے حال کی طرح بیٹھنا بھی ثابت ہے۔

یہ تمام کام سنت غیر مؤکدہ ہیں جن کے کرنے پر ثواب اور چھوڑنے پر کوئی گناہ نہیں۔ مستحب کا بھی یہی حکم ہے سنت غیر مؤکدہ اور مستحب میں یہ فرق ہے کہ سنت غیر مؤکدہ وہ ہے جو نبی کریم ﷺ کی عادتِ شریفہ تھی (یا آپ نے عبادت کے طور پر کوئی کام چند مرتبہ کیا ہو اور زیادہ مرتبہ چھوڑا ہو) لیکن مستحب وہ ہے جسے علمائے کرام نے پسند کیا ہو۔

درمختار میں ہے کہ مستحب' مندوب' ادب' فضیلت عام ہے۔ سنتِ غیر مؤکدہ پر بھی اطلاق ہو سکتا ہے اور سلفِ صالحین نے جسے پسند کیا ہو اِسے بھی مستحب کہا جا سکتا ہے لیکن اِسے سنت غیر مؤکدہ نہیں کہا جا سکتا۔

"عمامہ" کی عظمت

روی القضاعی والدیلمی فی مسند الفردوس عن علی کرم اللہ وجھہ مرفوعا العمائم تیجان العرب۔ (مرقاۃ ج۸ ص۲۵۰) پگڑیاں عرب کے تاج ہیں۔

وروی الدیلمی عن ابن عباس العمائم تیجان العرب فاذا وضعوا عزھم.

حضرتِ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے پگڑیاں عرب کا تاج ہیں جب وہ پگڑیاں اپنے سروں پر رکھتے ہیں وہ اپنے سروں پر عزت کے تاج سجا لیتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے عمامہ کی لمبائی

جیسا کہ پہلے نورالانوار سے بیان کیا گیا ہے وہی علامہ نووی رحمۃ اللہ تعالٰی نے بھی بیان فرمایا:

انہ کان لہ ﷺ عمامۃ قصیرۃ وعمامۃ طویلۃ وان القصیرۃ کانت سبعۃ اذرع والطویلۃ اثنی عشر ذراعا. (مرقاۃ ج۸ ص ۲۵۰)

نبی کریم ﷺ کی پگڑی مبارک چھوٹی بھی ہوتی تھی اور لمبی بھی' چھوٹی سات ہاتھ اور لمبی بارہ ہاتھ ہوتی تھی۔

یاد رہے کہ ایک ذراع (ہاتھ) چوبیں اُنگلیوں کی تعداد کے برابر ہے جو موجودہ پیمانوں کے لحاظ سے تقریباً ڈیڑھ فٹ بنتا ہے اِس طرح سات ہاتھ والی پگڑی ساڑھے تین گز جبکہ بارہ ہاتھ لمبی مقدار چھ گز بنے گی اور میٹروں میں بالترتیب سوا تین اور ساڑھے پانچ میٹر تقریباً ہوگی۔

تاہم اِسی بحث میں علامہ علی قاری رحمہ اللہ نے بیان فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے زیادہ طور پر اعتدال کو مدِ نظر رکھا۔ بہت چھوٹی پگڑی سر کو دھوپ وغیرہ سے نہیں بچا سکتی اور زیادہ لمبی تکلیف دہ ہے اِس لئے سات ہاتھ لمبائی پر زیادہ اعتبار کیا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے عمامہ کا ایک شملہ

عن ابن عمر قال کان رسول اللہ ﷺ اذا اعتم سدل عمامته بین کتفیه. "تواہ الترمذی وقال هذا حدیث غریب" (مشکوۃ کتاب اللباس)سدل ای ارسل وارخی عمامته ای طرفها الذی یسمی العلامة والعذبة. (مرقاۃ ج ۸ ص ۲۴۹)

حضرتِ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ جب عمامہ باندھتے تھے تو اِس کی طرف (کنارے) کو دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا دیتے تھے یعنی آپ کے عمامہ کا ایک شملہ ہوتا تھا اور وہ دونوں کندھوں کے درمیان ہوتا تھا۔

ابن عبدالسلام کہتے ہیں میں نے حضرتِ ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے پوچھا نبی کریم ﷺ کس طرح عمامہ باندھتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا:

یدیر کور المعامة علی رأسه ویفرشها من ورائه ویرخی له ذواية بين كتفيه.(الوفاء لابن جوزی' مرقاۃ ج۸ ص ۲۴۹)

کہ نبی کریم ﷺ اپنے سرِ مبارک پر عمامہ کو گول طور پر لپیٹتے تھے اور پیچھے سے اِسے بٹھا دیتے تھے اور شملہ اپنے دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑ دیتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کے عمامہ کے دو شملے

فی روایة ارسله بین یدیه ومن خلفه.

ایک روایت میں یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک شملہ آگے لٹکاتے تھے اور ایک پیچھے۔

عن عبد الرحمن بن عوف قال عممنی رسول اللہ ﷺ فسدلها بین یدی ومن خلفی. "رواہ ابو داؤد" (مشکوٰۃ کتاب اللباس)

عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھے پگڑی باندھی اور اِس کا ایک شملہ آگے رکھا اور ایک پیچھے رکھا۔

قال ابن الملک ای ارسل لعمامتی طرفین احدهما علی صدری والآخری من خلفی.

بیان کردہ حدیث کی شرح میں ہی ابن ملک رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ آپ نے میری پگڑی کی دو طرفیں لٹکائیں ایک میرے سینہ پر اور دوسری طرف میرے پیچھے۔

عبدالرحمن بن عوف يقول عممنی رسول الله ﷺ فسدلها بین یدی ومن خلفی. "رواه ابو داؤد"

حضرتِ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے پگڑی باندھی (اس کے دو شملے رکھے) ایک میرے آگے کی طرف لٹکایا اور دوسرا میرے پیچھے کی طرف۔

عن علی کرم الله وجهه انه ﷺ عممه بعمامة واسد طرفیها علی منکبیه.

حضرتِ علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بیشک اِنہیں رسول اللہ ﷺ نے پگڑی باندھی (اور اِس کے دو شملے رکھے) ایک شملہ ایک کندھے پر اور دوسرا دوسرے کندھے پر۔ (مرقاۃ ج۸ ص۱۴۹)

بغیر شملہ کے عمامہ

وقد ثبت فی السیر بروایات صحیحة ان النبی ﷺ کان یرخی علامته احیانا بین کتفیه واحیانا یلبس العمامة من غیر علامة فعلم ان الاتیان بکل واحد من تلک المور سنة. (مرقاة ج۸ ص ۱۵۰)

سیر کی بحث میں روایات صحیحہ سے ثابت ہے بیشک نبی کریم ﷺ کبھی اپنے کندھوں کے درمیان شملہ رکھتے تھے اور کبھی بغیر شملہ کے ہی پگڑی باندھتے تھے معلوم ہوا کہ تینوں صورتیں سنت ہیں، خواہ ایک شملہ رکھے یا دو شملے رکھے یا ایک شملہ بھی نہ رکھے۔

بعض حضرات نے بغیر شملہ کے مکروہ کہا ہے لیکن اگر شملہ سنتِ مؤکدہ ثابت ہو تو پھر کراہیت کی بات ہے اگر سنت مؤکدہ نہ ثابت ہوسکتے تو خلافِ اولیٰ ہے۔ (مدارج) لیکن علامہ قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک بغیر شملہ کے بھی سنت داخل ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

شملہ کی لمبائی

علماء فرماتے ہیں کہ کم سے کم شملہ چار اُنگلی ہے اور زیادہ سے زیادہ نصف کمر تک اِس سے زیادہ اسبال میں داخل ہے جو مکروہ ہے۔ (مدارج النبوۃ ج اوّل بحث عمامہ نبوی)

شملہ کی ایک اور صورت

شملہ میں تحنیک بھی ثابت ہے تحنیک یہ ہے کہ شملہ کو بائیں جانب سے تالو اور ٹھوڑی کے نیچے سے نکال کر دہنی جانب عمامہ میں اٹکا لینا۔ (مدارج النبوۃ بحث عمامہ نبوی)

فائدہ عظیمہ

حضرتِ علامہ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جنابِ فقیہِ اعظم استاذ العلماء حضرتِ علامہ مولانا نور اللہ بصیر

پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ سے مندرجہ ذیل سوالات کے متعلق فتویٰ طلب کیا آپ نے اِس کا بہت مفصل جواب تحریر فرمایا جو تقریباً آٹھ صفحات پر مشتمل ہے اِس کو میں مختصر اور آسان لفظوں میں بطورِ خلاصہ پیش کر رہا ہوں۔

سوال نمبر۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے؟

سوال نمبر۲: اور کیا نبی کریم ﷺ یا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا فعلاً یا قولاً ثابت ہے؟

سوال نمبر۳: کسی حدیث شریف میں آیا ہے کہ فقط ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے سے ایک نماز کا اور ٹوپی بمع عمامہ باندھ کر ادا کرنے سے ستر ہزار گنا زائد ثواب ملتا ہے؟ نیز کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

جوابات کا خلاصہ

قرآنِ کریم وحدیث پاک اور فقہ حنفی سے روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ اہلِ اسلام کی ٹوپی (مثلاً قادری ٹوپی) پہن کر نماز پڑھنا ہرگز ہرگز مکروہ نہیں بلکہ نسبتاً پسندیدہ و مستحسن ہے قرآنِ کریم میں ہے کہ:

یٰبنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد	اے اولادِ آدم اپنی زینت حاصل کرو ہر مسجد کے نزدیک۔
ان المراد من الزینة الثیاب المواری للعورة والمراد من المسجد ھو الصلوة.(تفسیراتِ احمدیہ ص ۲۷۳، الاکلیل ج۳ ص ۱۱۰)	زینت سے مراد وہ لباس ہے جو جسم انسانی کے ضروری پوشیدنی حصوں کا ستر کرسکتے اور مسجد سے مراد نماز ہے۔

واضح ہوا کہ نماز میں ایسی زیبائش ہونی چاہئے جو شرعاً جائز ہے اِس سے پتہ چلا کہ قمیص، عمامہ وغیرہ مستحب ہیں اور خصوصاً ننگے سر نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔

تکرہ الصلوة...... مکشوف الرأس...... لان فیه ترک اخذ الزینة المامور بھا مطلقا. (از منية، غنية صغیری)	ننگے سر نماز اِس لئے مکروہ ہے کہ اِس میں زینت کی ترک لازم آتی ہے جس کا مطلقاً ذکر کیا گیا ہے۔

فقہاء کرام نے صراحۃً ٹوپی کا ذکر کیا ہے، صاحبِ درمختار فرماتے ہیں:

ان رفع العمامة او القلنسوة بعمل قلیل اذا سقطت افضل من الصلوة مع کشف الرأس. (درمختار)	بیشک عمل قلیل سے سر سے گرنے والی پگڑی یا ٹوپی کو اُٹھانا اور سر پر رکھنا افضل ہے بہ نسبت ننگے سر کے۔

كان ﷺ يأمر بستر الرأس بالعمامة او القلنسوة وينهى عن كشف الرأس فى الصلوة. (كشف الغمه للشعرانى ج ١ ص ٨٧)	نبی کریم ﷺ حکم فرماتے تھے کہ نماز میں سر کو پگڑی یا ٹوپی سے ڈھانپ کر رکھا جائے اور ننگے سر نماز ادا کرنے سے آپ منع فرماتے تھے۔
كان يلبس ﷺ القلانس تحت العمائم وبغير العمائم ويلبس العمائم بغير القلانس. (كنز العمال ج ۴ ص ۴۴ جامع الصغير ج ۲ ص ۳۳۷ وهكذا فى السيرة الحلبية ج ۲ ص ۴۶۲، المدخل لابن الحاج، زاد المعاد، سفر السعادة، شرح سفر السعادة)	نبی کریم ﷺ نے پگڑی کے نیچے ٹوپی اور ٹوپی بغیر پگڑی کے اور پگڑی بغیر ٹوپی کے استعمال فرمائی۔
روى ان النبى ﷺ كان له قلانس يلبسها وقد صح ذلك اقول الظاهر ان المراد لبسها بغير عمائم. (تكملة البحر ج ٨ ص ۴٨۴ وهكذا فى الهندية)	بیشک نبی کریم ﷺ کی ٹوپیاں تھیں جن کو آپ پہنا کرتے تھے یہ بات پایہ صحت تک پہنچی ہوئی ہے اور مراد بھی اس سے ٹوپی کا استعمال بغیر پگڑی کے ہے۔
المستحب ان يصلى ارجل فى ثلاثة اثواب قميص و ازار وعمامة. (عالمگیری ج ١ ص ٣١)	مستحب یہ ہے کہ مرد نماز کو تین کپڑوں میں ادا کرے قمیص، چادر اور پگڑی میں۔

اعتراض

ترمذی اور ابوداؤد میں حدیث مذکور ہے کہ:

ان فرق مابيننا وبين المشركين العمائم على القلانس.	بیشک ہمارے اور مشرکوں کے درمیان فرق پگڑیوں کو ٹوپیوں پر باندھنے سے ہوتا ہے۔

اس حدیث سے تو واضح ہوا کہ ٹوپی پہننا طریقۂ مشرکین ہے اور پگڑی اور ٹوپی دونوں کا استعمال یا صرف پگڑی کا استعمال جس طرح بعض روایات میں ہے وہی مسنون ہے۔

علامہ قاری رحمہ اللہ نے صرف ٹوپی کی علامت کفار ہی قرار دیا ہے جیسا کہ (مرقاۃ ج ٨ ص ١٥٠) میں ہے:

جواب

یہ حدیث ضعیف ہے اِس سے علامت کفر ثابت کرنا ممکن نہیں' ترمذی نے خود ہی بیان کیا ہے:

واسنده ليس بالقائم ولا نعرف ابا الحسن العسقلانى ولا ابن ركانة.

اِس حدیث میں ابوالحسن عسقلانی اور ابن رکانہ راوی دونوں ہی مجہول ہیں لہٰذا یہ حدیث ضعیف ہے علامہ قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی سختی بے جا اور بلا دلیل ہے۔

حدیث کے متعلق اِستفتاء کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث کے متعلق سوال نمبر ۳ پوچھا گیا ہے وہ تو کہیں نہیں مل سکی البتہ یہ ملیں:

ركعتان بعمامة خير من سبعين ركعة بلاعمامة. (كنز العمال ج٨ ص ١٩)

عمامہ کے ساتھ دو رکعت ادا کرنا بغیر عمامہ کے ستر رکعت ادا کرنے سے افضل ہے۔

الصلوة تطوع او فريضة بعمامة تعدل خمسا و عشرين صلوة بلا عمامة وجمعة بعمامة تعدل سبعين جمعة بلاعمامة. (كنز العمال ج٨ ص ١٩)

نفل نماز ہو یا فرض ہو بغیر پگڑی کے پچیس رکعت ادا کرنا اور پگڑی سے ایک رکعت ادا کرنا برابر ہے اور جمعہ کی ستر نمازیں بغیر پگڑی کے ادا کرنا اور پگڑی سے ادا کرنا برابر ہے۔

خلاصۂ کلام

صرف وہ ٹوپی پہننا ناجائز ہے جو کفار کا شعار ہو اِس کے بغیر ہر قسم کی ٹوپی پہننا جائز ہے۔ پگڑی بغیر ٹوپی کے' پگڑی بمع ٹوپی کے اور ٹوپی بغیر پگڑی کے سب صورتیں جائز ہیں البتہ عمامہ کا اِستعمال افضل ہے سنت غیر مؤکدہ ہے باعث ثواب ہے اِس کا تارک گنہگار نہیں۔

لمحاتِ فکر

مستحب پر جبری عمل کرانا کیا باعث ثواب ہے؟

دل بدلے جائیں تاکہ لوگ محبت سے عمامہ کا اِستعمال کریں جبر سے راقم کو ثواب نظر نہیں آتا۔ ترکِ فرائض پر پہلے عمل کرانا ضروری ہے۔ تارکین صلوٰۃ کی طرف پہلے نظر رکھی جائے۔ ترکِ واجبات پر دوسری نظر کی ضرورت ہے اِس لئے جماعت سے نماز ادا نہ کرنے والوں کو تنبیہ کرنا بھی ضروری ہے۔

ترکِ سنت مؤکدہ پر تیسری نظر ہو۔ جو لوگ سنت کے مطابق داڑھیاں نہیں رکھتے اِن سے سنت مؤکدہ کی تکمیل کرائی جائے۔

مستحبات کی طرف چھوٹے درجہ میں توجہ کی ضرورت ہے اب عمامہ باندھنے کی ترغیب دینا یا حکم دینا بھی مستحسن امر ہے۔

صرف یہ نہ ہو کہ نماز کوئی پڑھے یا نہ پڑھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی پابندی کرے یا نہ کرے داڑھی سنت کے مطابق رکھے یا نہ رکھے البتہ عمامہ سر پر سجائے رکھے۔

راقم کو یہ طریقہ بھی کہیں سے نہیں سمجھ آیا راقم کا وہی خیال ہے جو ابھی چند سطروں میں بیان کر دیا گیا پہلے فرائض پھر واجبات پھر سنت مؤکدہ پھر سنت غیر مؤکدہ پھر مستحب پر عمل کرایا جائے۔ مستحبات کی ترک پر جب رب تعالیٰ اور اِس کے رسول ﷺ کی طرف سے مؤاخذہ نہیں تو سختی مناسب نہیں۔

سنت کو زندہ کرنا جب لوگ اِس پر عمل نہ کر رہے ہوں تو یہ بھی عظیم ثواب ہے۔

آیئے دل سے محبت سے عمامہ باندھنے کی سنت جاری کریں رنگ کوئی بھی ہو جائز ہے۔

سبز عمامہ والے **دعوت اسلامی** کے ارکان کے دلوں پر کوئی حکومت کر رہا ہے اِن کے دل سنت مصطفوی ﷺ پر عمل کرنے کی محبت کرتے ہیں۔ کاش کہ ہمارے جیسے ناکارہ لوگوں کے دلوں پر بھی کوئی حکمرانی کرے پھر جو عمل کریں اِس میں خلوص ہوگا۔ دلوں پر حکومت کرنے اور جبری عمل کرانے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

دعوت اسلامی کے ارکان کو اور اِن کے امیر حضرتِ مولانا محمد الیاس قادری مدظلہ العالی کو راقم دل کی گہرائیوں سے سلام سنت، سلام عقیدت و سلام محبت پیش کرتا ہے۔

اللہ عزوجل اِن کی مساعی میں مزید برکتیں عطا فرمائے اور **فیضانِ سنت** (عشق و محبتِ مصطفیٰ ﷺ) کو مزید عام کرنے کی توفیقِ خیر رفیق فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

عبدالرزاق چشتی بھترالوی

دارالافتاء جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

19 اکتوبر 2000ء